AL-HAYAT Research Journal
HJRS HEC Journal Recognition System Category Y
Volume 3 Issue 4 (July-Sep 2026)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

مالی تنازعات کے حل میں مصالحتی کونسل کا کردار: ایک تحقیقی جائزہ

Resolving Financial Disputes through Conciliation Councils: A Research Study

Muhammad Tayyab

Ph.D. Scholar, Department of Islamic Theology, Islamia College Peshawar, tayyabm372@gmail.com

Dr. Muhammad Ayaz

Associate Professor, Department of Islamic Theology, Islamia College Peshawar, ayaz@icp.edu.pk

Abstract

Financial disputes are an inevitable aspect of human society and commercial transactions, requiring timely and equitable resolution to preserve social harmony and economic stability. Amid the protracted delays and high costs associated with formal litigation, conciliation councils have emerged as an effective mechanism for Alternative Dispute Resolution (ADR). This study presents a critical Shariah analysis of the decisions issued by conciliation councils in settling financial disputes. The primary objective of this research is to evaluate the extent to which contemporary conciliatory settlements align with Islamic legal maxims governing Sulh (conciliation) and Tahkim (arbitration), particularly regarding mutual consent, substantive justice, and the higher objectives of Islamic law (Maqasid al-Shariah). Employing a qualitative, analytical, and comparative methodology, the study examines primary Islamic texts, classical juristic literature, and contemporary legal frameworks. The findings reveal that Islamic law strongly encourages amicable settlement to relieve judicial congestion and protect interpersonal relationships; however, the validity of such decisions remains strictly contingent upon strict adherence to Shariah boundaries. The paper concludes by recommending the inclusion of qualified scholars of Fiqh al-Muamalat on conciliation panels, mandatory written and unambiguous documentation of settlements, and the elimination of interest-based late payment penalties to ensure that conciliation council decisions remain both legally enforceable and Shariah-compliant.

Keywords: Financial Disputes, Conciliation Council, Sulh, Tahkim, Shariah Analysis, Mutual Consent, Fiqh al-Muamalat.

مالی تنازعات کا تعارف اور اسلامی نقطۂ نظر

انسانی سماج میں باہمی لین دین اور معاشی سرگرمیوں کا سلسلہ روزِ اول سے جاری ہے، کیونکہ کوئی بھی فرد اپنی تمام ضروریات تنہا پوری نہیں کر سکتا۔ جب لوگ کاروبار، قرض، شراکت داری، خرید و فروخت اور اجارہ داری جیسے معاملات میں ایک دوسرے سے جڑتے ہیں تو فطری طور پر حقوق و فرائض کے تعین میں اختلافات جنم لیتے ہیں۔ بسا اوقات یہ اختلافات غلط فہمی، معاہدوں میں ابہام یا کسی فریق کی بددیانتی کے باعث باقاعدہ مالی تنازعات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر ان تنازعات کو بروقت اور منصفانہ طریقے سے حل نہ کیا جائے تو نہ صرف معاشی سرگرمیاں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں بلکہ معاشرے میں باہمی اعتماد کی فضا بھی مجروح ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں خاندانوں اور کاروباری حلقوں کے درمیان دیرینہ دشمنیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لیے اس نے معاشی معاملات کو محض افراد کی صوابدید پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے واضح اخلاقی اور قانونی حدود مقرر کی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ معاشرے میں مال کی گردش عدل و انصاف کے اصولوں پر استوار ہو اور کسی بھی کمزور فریق کا حق پامال نہ ہو۔ قرآنِ مجید

CC BY

میں اہلِ ایمان کو باہمی رضامندی سے تجارت کرنے اور ناحق طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ مزید برآں، مستقبل کے ممکنہ جھگڑوں کا سدِباب کرنے کے لیے شریعت نے مالی معاملات، بالخصوص قرض اور ادھار کے لین دین کو تحریری شکل دینے اور اس پر گواہ مقرر کرنے کی تاکید کی ہے۔

اس کے باوجود اگر فریقین کے درمیان کوئی مالی نزاع کھڑا ہو جائے تو اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اسے طویل اور پیچیدہ عدالتی چارہ جوئی کے بجائے باہمی افہام و تفہیم، صلح اور مصالحت کے ذریعے نمٹایا جائے۔ شریعتِ مطہرہ میں صلح کو خیر قرار دیا گیا ہے اور فریقین کے درمیان مفاہمت کرانے والے کو اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس بات کا شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد مالی تنازعات میں فریقین کو نرمی، درگزر اور باہمی رضامندی سے معاملہ طے کرنے کی ترغیب دی، تاکہ حق دار کو اس کا حق بھی مل جائے اور فریقین کے دلوں میں کدورت بھی باقی نہ رہے۔ اسی اصول کی روشنی میں اسلامی فقہ کے اندر تحکیم (ثالثی) اور مصالحتی کونسلوں کا تصور پروان چڑھا، جن کا مقصد عدالتی نظام پر بوجھ کم کرتے ہوئے سستے، فوری اور شرعی اصولوں کے مطابق انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔

اسلام میں مالی حقوق اور ان کے تحفظ کی اہمیت

اسلامی نظامِ معیشت میں مال کو انسانی زندگی کی بقا اور سماجی استحکام کا ایک بنیادی ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے، اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے ہر فرد کے جائز مالی حقوق کو غیر معمولی تحفظ فراہم کیا ہے۔ اسلام نہ صرف حلال ذرائع سے کسبِ معاش کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ کسی بھی شخص کی ملکیت، محنت اور سرمائے پر ناجائز دست درازی کو سنگین جرم قرار دیتا ہے۔ قرآنِ مجید میں واضح طور پر اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ لوگ باطل طریقوں سے ایک دوسرے کے اموال ہڑپ کریں یا اثر و رسوخ کے ذریعے دوسروں کا حق مارنے کی کوشش کریں (سورۃ البقرۃ، 2:188)۔ شریعت کے نزدیک ہر انسان کا مال اسی طرح محترم ہے جس طرح اس کی جان اور عزت محترم ہے، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اس اصول کو قیامت تک کے لیے ایک آفاقی منشور کی حیثیت دے دی۔

مالی حقوق کے تحفظ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر فقہائے اسلام نے معاملات کے باب میں نہایت باریک بینی سے اصول و ضوابط مرتب کیے ہیں تاکہ کسی فریق کے ساتھ ظلم یا دھوکہ دہی کا احتمال باقی نہ رہے۔ معروف فقہی اور معاشی مفکر امام ابو یوسف نے حکمران اور ریاست کی ذمہ داریوں پر بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شخص سے اس کا جائز حق نہ چھینا جائے اور نہ ہی کسی پر ناحق مالی بوجھ ڈالا جائے۔ وہ اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَلَيْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يُخْرِجَ شَيْئًا مِنْ يَدِ أَحَدٍ إِلَّا بِحَقٍّ ثَابِتٍ مَعْرُوفٍ"[1] (ترجمہ: حکمران کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کے قبضے سے کوئی چیز نکالے مگر کسی ایسے ثابت شدہ اور معروف شرعی حق کے ساتھ جو اس پر واجب ہو۔)

اس عبارت سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی قانون میں ملکیت کا حق اس قدر مضبوط ہے کہ خود ریاستی مقتدرہ بھی بغیر کسی ٹھوس شرعی جواز کے کسی فرد کے مال میں تصرف نہیں کر سکتی۔

مزید برآں، مقاصدِ شریعت کے تناظر میں بھی تحفظِ مال کو ان پانچ بنیادی ضروریات (ضروریاتِ خمسہ) میں شامل کیا گیا ہے جن کی حفاظت کے بغیر انسانی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔ جب افراد کو اس بات کا مکمل اطمینان حاصل ہو کہ ان کی محنت کی کمائی اور کاروباری حقوق محفوظ ہیں تو معیشت میں سرمایہ کاری اور ترقی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، اور باہمی تنازعات کی گنجائش کم سے کم رہ جاتی ہے۔ امام شاطبی نے شریعت کے اس بنیادی مقصد اور مالی حقوق کی حفاظت کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"فَإِنَّ حِفْظَ الْمَالِ مِنَ الضَّرُورِيَّاتِ الَّتِي لَا يَسْتَقِيمُ أَمْرُ الدُّنْيَا إِلَّا بِهَا، وَلِذَلِكَ شُرِعَ الْبَيْعُ وَالْإِجَارَةُ وَسَائِرُ الْمُعَامَلَاتِ، وَحُرِّمَ السَّرِقَةُ وَالْغَصْبُ وَالرِّبَا"[2] (ترجمہ: بے شک مال کی حفاظت ان بنیادی ضروریات میں سے ہے جن کے بغیر دنیا کا نظام درست نہیں رہ سکتا، اسی لیے خرید و فروخت، اجارہ اور دیگر تمام جائز معاملات کو مشروع کیا گیا، جبکہ چوری، غصب اور سود کو حرام قرار دیا گیا۔)

اس تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مالی حقوق کا تحفظ محض ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک باقاعدہ قانونی اور شرعی فریضہ ہے، جس کی پاسداری پر پورے معاشرتی امن اور معاشی عدل کی عمارت کھڑی ہے۔

CC BY

مصالحت اور صلح کا مفہوم اور شرعی حیثیت

عربی زبان میں "صلح" اور "مصالحت" سے مراد باہمی تنازع، جھگڑے اور کشیدگی کو ختم کر کے امن، موافقت اور رضامندی کی فضا قائم کرنا ہے۔ جب دو افراد یا گروہ کسی معاملے پر باہم دست و گریباں ہوں تو ان کے درمیان موجود اختلاف کو مٹا کر کسی درمیانی راستے پر متفق کر دینے کے عمل کو مصالحت کہا جاتا ہے۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح میں صلح ایک ایسا باقاعدہ شرعی عقد (معاہدہ) ہے جس کے ذریعے فریقین باہمی رضامندی سے اپنے درمیان جاری نزاع کا خاتمہ کرتے ہیں۔ فقہائے کرام نے صلح کی حقیقت اور اس کی قانونی حیثیت کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے، چنانچہ معروف حنفی فقیہ علامہ علاء الدین کاسانی صلح کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الصُّلْحُ عَقْدٌ يَرْتَفِعُ بِهِ النِّزَاعُ وَيَتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى الْمُوَافَقَةِ بَيْنَ الْمُخْتَلِفِينَ"[3] (ترجمہ: صلح ایک ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعے باہمی جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور اختلاف رکھنے والے فریقین کے درمیان موافقت و ہم آہنگی حاصل ہوتی ہے۔)

شرعی حیثیت کے اعتبار سے مصالحت کو اسلام میں غیر معمولی اہمیت اور فضیلت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اہلِ ایمان کو باہمی معاملات سلجھانے اور صلح کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہاں تک کہ صلح کو مطلقاً "خیر" یعنی سراسر بھلائی قرار دیا گیا ہے (سورۃ النساء، 128:4)۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عدالتی فیصلوں میں عام طور پر ایک فریق کی جیت اور دوسرے کی شکست ہوتی ہے، جس سے دلوں میں رنجش باقی رہ جاتی ہے، جبکہ صلح میں دونوں فریق باہمی رضا و رغبت سے کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر معاملہ طے کرتے ہیں، جس سے معاشرتی تعلقات ٹوٹنے سے بچ جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی مسلمانوں کے درمیان جائز شرائط پر ہونے والی صلح کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے شرعی جواز عطا فرمایا، بشرطیکہ اس میں کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہ ٹھہرایا گیا ہو۔ اس نبوی اصول کی روشنی میں فقہائے اسلام نے مالی معاملات میں صلح کے دائرہ کار کو بہت وسیع رکھا ہے۔ امام ابن قدامہ مقدسی مصالحت کی شرعی مشروعیت اور اس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وَالْأَصْلُ فِي الصُّلْحِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَالْإِجْمَاعُ، وَهُوَ جَائِزٌ فِي الْأَمْوَالِ كُلِّهَا إِذَا لَمْ يَتَضَمَّنْ إِحْلَالَ حَرَامٍ وَلَا تَحْرِيمَ حَلَالٍ"[4] (ترجمہ: صلح کے جواز کی بنیاد کتاب اللہ، سنتِ نبوی اور اجماعِ امت پر ہے، اور یہ تمام مالی معاملات میں جائز ہے بشرطیکہ اس میں کسی حرام کو حلال کرنا یا کسی حلال کو حرام قرار دینا شامل نہ ہو۔)

مالی تنازعات کے تصفیے میں صلح کی شرعی حیثیت اس وقت مزید نمایاں ہو جاتی ہے جب حق کے حصول میں دشواری ہو یا طویل مقدمہ بازی سے دونوں فریقوں کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں شریعت فریقین کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے مکمل دعوے کے بجائے کسی جزوی معاوضے یا متبادل شے پر مصالحت کر لیں تاکہ نزاع کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں مالی حقوق کے تناظر میں صلح کے اس شرعی ضابطے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"الصُّلْحُ عَقْدٌ يَرْفَعُ النِّزَاعَ بِالتَّرَاضِي، وَيَصِيرُ الْمُصَالِحُ بِهِ قَاطِعًا لِلْخُصُومَةِ"[5] (ترجمہ: صلح باہمی رضامندی سے جھگڑے کو ختم کرنے والا معاہدہ ہے، اور اس کے مکمل ہو جانے کے بعد صلح کرنے والا فریق مقدمہ بازی اور مخاصمت کو ختم کرنے والا قرار پاتا ہے۔)

اس شرعی تجزیے سے یہ امر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ مصالحت محض ایک سماجی سمجھوتہ نہیں بلکہ کتاب و سنت اور اجماعِ امت سے ثابت شدہ ایک معتبر شرعی عقد ہے۔ جب فریقین کسی مصالحتی فورم یا باہمی گفت و شنید کے ذریعے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے صلح کر لیتے ہیں تو وہ فیصلہ دونوں پر اخلاقی اور قانونی طور پر لازم ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد دوبارہ اسی تنازع کو زندہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مصالحتی کونسل کا تعارف اور اس کے بنیادی مقاصد

مصالحتی کونسل (Conciliation Council) سے مراد ایک ایسا باختیار، غیر رسمی یا نیم عدالتی سماجی و قانونی ادارہ ہے جو مقامی سطح پر افراد یا کاروباری فریقین کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو روایتی عدالتی کارروائی کے بجائے باہمی گفت و شنید، ثالثی اور افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرتا ہے۔ اسلامی تہذیب و تاریخ میں اس ادارے کی جڑیں "تحکیم" (Arbitration) اور پنچایت کے اس قدیم نظام سے ملتی ہیں جہاں علاقے کے معززین، اہلِ علم اور دیانت دار افراد فریقین کی رضامندی سے جھگڑوں کا تصفیہ کراتے تھے۔ جدید دور میں اس تصور کو باقاعدہ قانونی شکل دی گئی ہے تاکہ شہریوں کو اپنی دہلیز پر فوری، سستا اور پائیدار انصاف میسر آ سکے۔ اسلامی فقہ

CC BY

اور جدید قانونی نظام میں ثالثی اور مصالحتی فورمز کی بنیاد اس اصول پر رکھی گئی ہے کہ جب فریقین کسی منصف شخص یا مجلس کو اپنا حکم (ثالث) تسلیم کر لیں تو اس مجلس کا فیصلہ باہمی رضامندی کی روح کے ساتھ نزاع کو ختم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ امام ماوردی نے ثالثی اور مصالحتی بندوبست کی اسی انتظامی اور قانونی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَيَجُوزُ لِلْخَصْمَيْنِ أَنْ يُحَكِّمَا بَيْنَهُمَا مَنْ يَرْتَضِيَانِهِ لِلْفَصْلِ بَيْنَهُمَا، فَيَكُونُ حُكْمُهُ نَافِذًا عَلَيْهِمَا مَا لَمْ يُخَالِفْ نَصًّا أَوْ إِجْمَاعًا"[6] (ترجمہ: فریقین کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے کسی ایسے شخص یا فورم کو ثالث مقرر کر لیں جس پر دونوں راضی ہوں، پس اس کا فیصلہ ان دونوں پر نافذ ہو گا جب تک کہ وہ کسی صریح شرعی نص یا اجماع کے خلاف نہ ہو۔)

مصالحتی کونسل کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سب سے اہم مقصد عدالتوں پر بڑھتے ہوئے مقدمات کے غیر معمولی بوجھ کو کم کرنا اور فریقین کو طویل اور مہنگی عدالتی چارہ جوئی سے بچانا ہے۔ دیوانی اور مالی تنازعات جب باقاعدہ عدالتوں میں جاتے ہیں تو برسوں تک فیصلے التوا کا شکار رہتے ہیں، جس سے فریقین کا قیمتی وقت اور سرمایہ ضائع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مصالحتی کونسل سادہ طریقہ کار اپناتے ہوئے فریقین کو آمنے سامنے بٹھاتی ہے، ان کے موقف سنتی ہے اور باہمی لچک پیدا کر کے معاملے کو خوش اسلوبی سے نمٹاتی ہے۔ اس ادارے کا دوسرا بڑا مقصد معاشرتی ہم آہنگی اور بھائی چارے کا تحفظ ہے، کیونکہ عدالتی ڈگری عموماً فریقین کے درمیان مستقل عداوت چھوڑ جاتی ہے جبکہ مصالحتی کونسل دلوں کی کدورت مٹا کر تعلقات کو بحال کرتی ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے جدید دور میں مصالحتی و ثالثی مجالس کے قیام کے انہی بنیادی مقاصد اور سماجی فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"وَالْهَدَفُ الْأَسَاسِيُّ مِنْ مَجَالِسِ الصُّلْحِ وَالتَّحْكِيمِ هُوَ تَيْسِيرُ سُبُلِ الْعَدَالَةِ، وَتَخْفِيفُ الْعِبْءِ عَنِ الْقَضَاءِ الرَّسْمِيِّ، وَإِنْهَاءُ الْخُصُومَاتِ بِأَسْرَعِ وَقْتٍ وَأَقَلِّ تَكْلِفَةٍ مَعَ الْحِفَاظِ عَلَى الْعَلَاقَاتِ الِاجْتِمَاعِيَّةِ"[7] (ترجمہ: صلح اور ثالثی کی مجالس کا بنیادی مقصد انصاف کے راستوں کو آسان بنانا، باقاعدہ عدالتی نظام پر سے بوجھ کم کرنا، اور سماجی تعلقات کو برقرار رکھتے ہوئے کم سے کم وقت اور کم لاگت میں جھگڑوں کا خاتمہ کرنا ہے۔)

علاوہ ازیں، مالی تنازعات کے تناظر میں مصالحتی کونسل کا ایک اہم مقصد تجارتی و معاشی سرگرمیوں کا تسلسل برقرار رکھنا بھی ہے، تاکہ کاروباری شراکت داروں یا قرض خواہوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات ان کے کاروبار کی بندش کا سبب نہ بنیں اور شرعی اصولوں کی روشنی میں حق دار کو اس کا حق بروقت مل سکے۔

مالی تنازعات کے حل میں مصالحتی کونسل کا کردار

کاروباری اور معاشی زندگی میں قرض کی واپسی، شراکت داری کے منافع و نقصان کی تقسیم، جائیداد کے بٹوارے اور خرید و فروخت کے معاہدوں میں اختلافات کا پیدا ہونا ایک عام امر ہے۔ ایسے مالی تنازعات کو حل کرنے میں مصالحتی کونسل ایک نہایت مؤثر اور کلیدی کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ یہ روایتی عدالتی موشگافیوں اور طویل قانونی ضابطوں سے ہٹ کر معاملے کی اصل روح تک پہنچتی ہے۔ کونسل کے اراکین مقامی حالات، تجارتی عرف اور فریقین کی معاشی حیثیت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، جس کی بدولت وہ فریقین کے درمیان اعتماد بحال کر کے انہیں لچک دکھانے پر آمادہ کرتے ہیں۔ مالی معاملات میں اکثر تنازع محض ضد یا غلط فہمی کی وجہ سے طول پکڑتا ہے، چنانچہ مصالحتی کونسل فریقین کو آمنے سامنے بٹھا کر حسابات کی جانچ پڑتال کرتی ہے اور ادائیگی کے ایسے قابلِ عمل طریقے تجویز کرتی ہے جو مقروض کے لیے ممکن اور قرض خواہ کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ فقہائے اسلام نے مالی جھگڑوں کے تصفیے میں ثالثی اور مصالحتی مجالس کے اسی عملی کردار کو سراہا ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

"وَالْمُصْلِحُ يَنْظُرُ فِي حَالِ الْخَصْمَيْنِ وَيُقَرِّبُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَالْإِنْصَافِ، فَرُبَّمَا حَطَّ عَنِ الْمَدْيُونِ بَعْضَ الدَّيْنِ أَوْ أَجَّلَهُ إِلَى مَيْسَرَةٍ، فَيَحْصُلُ بِذَلِكَ اسْتِيفَاءُ الْحَقِّ وَرَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ الْجَانِبَيْنِ"[8] (ترجمہ: مصالحت کرانے والا دونوں فریقوں کے حالات کا جائزہ لیتا ہے اور عدل و انصاف کے ساتھ ان کے درمیان قربت پیدا کرتا

CC BY

ہے؛ چنانچہ بسا اوقات وہ مقروض سے قرض کا کچھ حصہ معاف کرا دیتا ہے یا آسانی تک مہلت دلوا دیتا ہے، جس سے حق کی وصولی بھی ممکن ہو جاتی ہے اور دونوں فریقوں سے نقصان بھی ٹل جاتا ہے۔)

مالی تنازعات کے حل میں مصالحتی کونسل کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ یہ منجمد سرمائے کو دوبارہ معاشی گردش میں لانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ جب کوئی کاروباری تنازع عدالت میں جاتا ہے تو برسوں تک متنازعہ رقم یا جائیداد پر حکمِ امتناعی (Stay Order) نافذ رہتا ہے، جس سے دونوں فریقوں کا کاروبار متاثر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مصالحتی کونسل قلیل وقت میں تنازع کا تصفیہ کر کے فریقین کو دوبارہ اپنے کاروبار پر توجہ دینے کے قابل بناتی ہے۔ مزید برآں، کونسل کے فیصلوں میں فریقین کی اپنی رضامندی شامل ہوتی ہے، اس لیے ان فیصلوں پر عمل درآمد کی شرح عدالتی احکامات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہے اور فریقین کو اپیل در اپیل کے چکر میں نہیں پڑنا پڑتا۔ معاصر فقہی و قانونی محقق ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی مالی اور تجارتی تنازعات میں مصالحتی اداروں کے اسی فیصلہ کن کردار کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تَلْعَبُ مَجَالِسُ التَّحْكِيمِ وَالْمُصَالَحَةِ دَوْرًا حَيَوِيًّا فِي فَضِّ النِّزَاعَاتِ الْمَالِيَّةِ وَالتِّجَارِيَّةِ، إِذْ تَجْمَعُ بَيْنَ سُرْعَةِ الْإِنْجَازِ وَمُرَاعَاةِ الْأَعْرَافِ التِّجَارِيَّةِ الْمُعْتَبَرَةِ شَرْعًا، مِمَّا يَحْفَظُ الْأَمْوَالَ مِنَ الضَّيَاعِ وَيُعَزِّزُ الثِّقَةَ فِي الْمُعَامَلَاتِ السُّوقِيَّةِ"[9] (ترجمہ: ثالثی اور مصالحت کی مجالس مالی اور تجارتی تنازعات کو نمٹانے میں ایک نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں، کیونکہ یہ فوری فیصلے اور شرعاً معتبر تجارتی عرف کی رعایت کو یکجا کر دیتی ہیں، جس سے اموال ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں اور بازار کے لین دین میں باہمی اعتماد مضبوط ہوتا ہے۔)

یوں مصالحتی کونسل نہ صرف افراد کے درمیان مالی حقوق کا تصفیہ کراتی ہے بلکہ مجموعی طور پر معاشرے کے معاشی استحکام اور تجارتی روابط کی سلامتی میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

مصالحتی کونسل کے فیصلوں کے شرعی اصول وضوابط

مصالحتی کونسل کے فیصلوں کو شرعی اعتبار سے قابلِ قبول اور مؤثر بنانے کے لیے لازم ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے مقرر کردہ بنیادی اصول وضوابط کے تابع ہوں۔ اسلام نے مصالحت کا دروازہ ضرور کھولا ہے، مگر اسے بے لگام نہیں چھوڑا کہ فریقین یا کونسل کے اراکین اپنی مرضی سے حلال و حرام کی حدود پامال کرنے لگیں۔ سب سے پہلا اور بنیادی شرعی اصول یہ ہے کہ کونسل کا فیصلہ کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے صریح احکام سے متصادم نہ ہو؛ مثلاً کسی مالی تصفیے میں سودی شرائط عائد کرنا، غرر (غیر یقینی صورتحال) کو برقرار رکھنا یا کسی حرام کاروبار کی آمدنی تقسیم کرنا شرعاً باطل ہے، چاہے دونوں فریق اس پر راضی ہی کیوں نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے اس معروف فرمان کی روشنی میں فقہائے کرام نے اس اصول کو صلح کے جواز کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے اس نبوی ضابطے اور اس پر اہلِ علم کے عمل کو یوں نقل کیا ہے:

"الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا"[10] (ترجمہ: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو کسی حلال کو حرام کر دے یا کسی حرام کو حلال ٹھہرا دے، اور مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہیں سوائے اس شرط کے جو کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔)

دوسرا اہم شرعی ضابطہ "باہمی رضامندی اور عدمِ جبر" کا ہے، یعنی مصالحتی کونسل کسی فریق پر سماجی دباؤ، خوف یا اکراہ کے ذریعے کوئی فیصلہ مسلط نہیں کر سکتی۔ صلح کی روح ہی یہ ہے کہ دونوں فریق دل کی خوشی اور آزادانہ مرضی سے کسی تصفیے پر آمادہ ہوں۔ اگر کونسل کے اراکین کسی بااثر فریق کی طرف داری کرتے ہوئے کمزور فریق کو اپنا جائز حق چھوڑنے پر مجبور کریں تو ایسا فیصلہ شرعاً ظلم کے مترادف اور ناقابلِ نفاذ ہوگا۔ مزید برآں، کونسل کے اراکین کے لیے دیانت داری، غیر جانبداری اور فریقین کے موقف کو یکساں توجہ سے سننا بھی لازمی شرط ہے تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ معروف فقیہ علامہ ابن نجیم مصری صلح اور ثالثی کے فیصلوں میں فریقین کی آزادانہ رضامندی اور جبر کی ممانعت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

CC BY

"وَمِنْ شَرْطِ صِحَّةِ الصُّلْحِ أَنْ يَكُونَ عَنْ تَرَاضٍ مِنَ الْخَصْمَيْنِ، فَلَا يَصِحُّ صُلْحُ الْمُكْرَهِ، لِأَنَّ الصُّلْحَ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ أَوْ إِبْرَاءٍ فَيُشْتَرَطُ فِيهِ الرِّضَا كَسَائِرِ الْعُقُودِ"[11] (ترجمہ: صلح کے درست ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ دونوں فریقوں کی باہمی رضامندی سے ہو، پس مجبور کیے گئے (مکرہ) شخص کی صلح درست نہیں، کیونکہ صلح معاوضہ یا معافی کا معاہدہ ہے لہٰذا اس میں دیگر تمام معاہدات کی طرح دلی رضامندی شرط ہے۔)

تیسرا بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ مصالحتی کونسل کے فیصلے میں حق دار کی واضح پہچان اور متنازعہ مال یا رقم کی قطعی تعیین ہونی چاہیے تاکہ مستقبل میں دوبارہ کسی ابہام یا نئے جھگڑے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اگر کونسل کسی قرض کی ادائیگی یا کاروباری شراکت کے خاتمے کا فیصلہ کرے تو رقم کی مقدار، ادائیگی کی مدت اور طریقہ کار واضح طور پر تحریر کیا جانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کونسل کو چاہیے کہ وہ شرعی مقاصد یعنی "دفعِ ضرر" (نقصان کے ازالے) اور "مراعاتِ عرف" (جائز مقامی و تجارتی رواج) کو پیشِ نظر رکھے۔ معاصر فقہی اداروں اور اسلامی فقہ اکیڈمیوں نے بھی ثالثی و مصالحتی کونسلوں کے فیصلوں کے نفاذ کے لیے انہی شرعی حدود کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے، جیسا کہ مجمع الفقہ الاسلامی کے قرار دادوں اور شروحات میں بیان کیا گیا ہے:

"يُشْتَرَطُ لِاعْتِبَارِ قَرَارَاتِ لِجَانِ الصُّلْحِ وَالتَّحْكِيمِ شَرْعًا أَنْ تَلْتَزِمَ بِأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ الْإِسْلَامِيَّةِ، وَأَنْ تَتَحَقَّقَ فِيهَا الْعَدَالَةُ وَالْحِيَادِيَّةُ، وَأَلَّا تَتَضَمَّنَ أَكْلَ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ أَوْ إِسْقَاطَ حَقٍّ ثَابِتٍ بِغَيْرِ رِضَا صَاحِبِهِ"[12] (ترجمہ: صلح اور ثالثی کی کمیٹیوں کے فیصلوں کے شرعاً معتبر ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے احکام کی پابند ہوں، ان میں عدل اور غیر جانبداری پائی جائے، اور ان میں لوگوں کے اموال کو باطل طریقے سے کھانا یا کسی ثابت شدہ حق کو اس کے مالک کی رضامندی کے بغیر ساقط کرنا شامل نہ ہو۔)

خلاصہ یہ کہ مصالحتی کونسل کا فیصلہ اسی وقت شرعی سند کا حامل ہو گا جب وہ کتاب و سنت کی حدود میں ہو، فریقین کی آزادانہ رضامندی سے طے پائے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نزاع کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے

مالی معاملات سے متعلق مصالحتی فیصلوں کا شرعی جائزہ

مالی معاملات میں مصالحتی کونسل کے فیصلوں کا شرعی جائزہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر تصفیے کو شریعت کے مقرر کردہ عدل، رضامندی اور عدمِ ضرر کے پیمانوں پر پرکھا جائے۔ عملی زندگی میں قرض کی ادائیگی، شراکتی حسابات کی صفائی، جائیداد یا اجارہ کے تنازعات میں جب فریقین کسی مصالحتی فیصلے تک پہنچتے ہیں تو شریعت دیکھتی ہے کہ آیا اس تصفیے سے حق محفوظ رہا ہے یا کسی فریق کے حق میں کٹوتی اس کی دلی رضامندی اور مصلحت کے تحت ہوئی ہے۔ مثلاً اگر کسی تنگ دست مقروض کے حق میں قرض خواہ مصالحتی کونسل کی وساطت سے اصل رقم میں رعایت دے دے یا ادائیگی کی مدت بڑھا دے تو یہ ایثار و احسان کے قبیل سے ہے اور شریعت میں نہایت پسندیدہ عمل ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کی سودی زیادتی یا دھوکہ دہی شامل نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی مالی دعوے میں ثبوت کی کمزوری یا طویل نزاع کے خدشے کے پیشِ نظر فریقین کسی متبادل مال یا متعین رقم پر صلح کر لیتے ہیں تو فقہائے اسلام کے نزدیک یہ درست قرار پاتی ہے، کیونکہ اس سے جھگڑے کا خاتمہ اور اموال کا تحفظ ممکن ہوتا ہے۔ علامہ ابن قدامہ مالی تنازعات میں صلح کی صورتوں اور ان کے شرعی حکم کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وَإِذَا صَالَحَ رَجُلًا عَلَى مَالٍ مِنْ دَعْوَى أَوْ إِقْرَارٍ، فَإِنْ كَانَ عَنْ إِقْرَارٍ بِحَقٍّ فَهُوَ كَالْبَيْعِ أَوِ الْإِبْرَاءِ، وَإِنْ كَانَ عَنْ إِنْكَارٍ فَهُوَ جَائِزٌ لِقَطْعِ الْخُصُومَةِ وَدَفْعِ الضَّرَرِ عَنِ الْجَانِبَيْنِ"[13] (ترجمہ: جب کوئی شخص کسی دعوے یا اقرار کے بدلے کسی مال پر صلح کرے، پس اگر وہ کسی حق کے اقرار پر مبنی ہو تو وہ بیع یا ابراء (حق ساقط کرنے) کے حکم میں ہے، اور اگر وہ انکار کی صورت میں ہو تو دونوں جانب سے جھگڑے کے خاتمے اور نقصان کو دور کرنے کے لیے جائز ہے۔)

تاہم، مصالحتی فیصلوں کے شرعی جائزے میں یہ پہلو بھی انتہائی اہم ہے کہ مصالحت کے نام پر کسی کمزور فریق کا ثابت شدہ حق ناحق ضائع نہ ہو اور نہ ہی کونسل کے فیصلے میں شرعی ممنوعات مثلاً سود، قمار (جوا) یا غرر کی کوئی صورت در آئے۔ اگر کسی مصالحتی فیصلے میں فریقین کو غلط بیانی، معاشرتی دباؤ یا ناواقفیت کے باعث اپنے شرعی حق

CC BY

سے دست بردار کر دیا گیا ہو تو ایسا فیصلہ شرعی اعتبار سے کمزور بلکہ باطل سمجھا جائے گا، اور متاثرہ فریق کو اپنے حق کے حصول کا شرعی و قانونی راستہ اختیار کرنے کا اختیار حاصل رہے گا۔ یوں مالی معاملات میں مصالحتی فیصلوں کی شرعی صحت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ عدل، رضامندی اور مقاصدِ شریعت کے عین مطابق ہوں۔

مصالحتی فیصلوں میں فریقین کی رضامندی اور عدل و انصاف

مصالحتی کونسل کے کسی بھی فیصلے کی شرعی اور قانونی ساکھ کا بنیادی انحصار دو ستونوں پر ہوتا ہے: ایک فریقین کی آزادانہ رضامندی اور دوسرا کونسل کی طرف سے عدل و انصاف کی مکمل پاسداری۔ مالی تنازعات میں اکثر ایک فریق معاشی یا سماجی طور پر زیادہ بااثر ہوتا ہے جبکہ دوسرا فریق کمزور یا مجبور ہوتا ہے، ایسے میں اگر مصالحت کے نام پر کمزور فریق پر دباؤ ڈال کر اسے اپنے جائز حق سے دست بردار کرایا جائے تو یہ صلح نہیں بلکہ جبر اور ظلم کی ایک صورت بن جاتی ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں کسی بھی شخص کے مال میں تصرف یا اس کے حق کے ساقط ہونے کے لیے اس کی دلی خوشی اور آزاد مرضی بنیادی شرط ہے (سورۃ النساء، 29:4)۔ چنانچہ مصالحتی کونسل پر یہ اخلاقی اور شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ فیصلہ صادر کرنے سے قبل اس امر کا اطمینان کر لے کہ دونوں فریق بغیر کسی خوف، لالچ یا سماجی جبر کے تصفیے پر آمادہ ہیں۔ امام سرخسی نے صلح اور دیگر مالی معاہدات میں رضامندی کی بنیادی حیثیت اور جبر کے عدمِ جواز کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَالرِّضَا أَصْلٌ فِي جَمِيعِ الْعُقُودِ وَالصُّلْحِ، فَإِذَا انْعَدَمَ الرِّضَا وَوُجِدَ الْإِكْرَاهُ لَمْ يَنْعَقِدِ الصُّلْحُ شَرْعًا لِأَنَّهُ أَكْلُ مَالٍ بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ"[14] (ترجمہ: تمام معاہدات اور صلح میں دلی رضامندی بنیادی حیثیت رکھتی ہے، پس جب رضامندی مفقود ہو اور جبر پایا جائے تو صلح شرعاً منعقد نہیں ہوتی، کیونکہ یہ مالک کی خوش دلی کے بغیر اس کا مال کھانے کے مترادف ہے۔)

رضامندی کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کا قیام بھی مصالحتی فیصلوں کی روح ہے، کیونکہ محض فریقین کو کسی بات پر راضی کر لینا کافی نہیں بلکہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ تصفیے کی شرائط انصاف کے تقاضوں سے متصادم نہ ہوں۔ کونسل کے اراکین کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی فریق سے ذاتی تعلق، قرابت داری یا سماجی وجاہت کی بنا پر جانب داری نہ برتیں، دونوں فریقوں کے دلائل اور ثبوتوں کو یکساں توجہ سے سنیں، اور ایسا درمیانی حل تجویز کریں جس سے کسی پر ناحق مالی بوجھ نہ پڑے۔ اگر مصالحتی کونسل غیر جانبداری اور انصاف کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھے تو اس کے فیصلوں پر عوامی اعتماد پختہ ہوتا ہے اور تنازع ہمیشہ کے لیے دفن ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم جوزی عدل و انصاف کی اسی ہمہ گیر اہمیت اور مصالحت میں اس کے ناگزیر کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وَالصُّلْحُ الْعَادِلُ هُوَ الَّذِي يُرَاعَى فِيهِ حَقُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْخَصْمَيْنِ بِالْقِسْطِ، وَلَا يُمَالُ فِيهِ مَعَ أَحَدِهِمَا لِجَاهِهِ أَوْ قُوَّتِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ فِي كُلِّ حُكْمٍ وَتَسْوِيَةٍ"[15] (ترجمہ: منصفانہ صلح وہ ہے جس میں انصاف کے ساتھ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت رکھی جائے، اور کسی ایک فریق کے منصب یا طاقت کی وجہ سے اس کی طرف میلان نہ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر فیصلے اور تصفیے میں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔)

اس بحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مصالحتی کونسل کے فیصلے اسی وقت شرعی طور پر معتبر اور سماجی طور پر پائیدار ثابت ہوتے ہیں جب ان میں فریقین کی سچی رضامندی اور مصالحت کاروں کا بے لاگ عدل یکجا ہو جائے۔

موجودہ مصالحتی نظام اور فقہی اصولوں کا تقابلی جائزہ

موجودہ دور میں قائم مصالحتی کونسلوں اور متبادل تنازعاتی حل (ADR) کے نظام کو جب اسلامی فقہ کے اصولوں کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے تو کئی اہم مماثلتوں کے ساتھ ساتھ بعض نمایاں فرق اور اصلاحی پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ عملی سطح پر موجودہ مصالحتی نظام کا بنیادی مقصد بھی وہی ہے جو اسلامی فقہ میں صلح اور تحکیم کا رہا ہے، یعنی باہمی گفت و شنید سے جھگڑے کا خاتمہ، عدالتی بوجھ میں کمی اور فریقین کے تعلقات کا تحفظ۔ کئی معاملات میں یہ نظام فقہی روح سے ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے، بالخصوص جب فریقین اپنی مرضی سے حساب کتاب یا مالی ادائیگی کا طے شدہ نظام اختیار کریں۔ تاہم، موجودہ نظام میں اکثر فیصلے مروجہ سیکولر یا سول قوانین، انتظامی سہولت یا محض

سمجھوتے کی حکمتِ عملی کے تحت کیے جاتے ہیں، جبکہ فقہِ اسلامی میں صلح کا جواز اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ کسی شرعی حکم (جیسے حرمتِ ربا، غرر یا حق واجب کے ناحق اسقاط) سے متصادم نہ ہو۔ علامہ شمس الدین سرخسی فقہی اصولوں کی روشنی میں صلح کی حدود کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَالصُّلْحُ يَجُوزُ فِيمَا يَجُوزُ فِيهِ الْإِبْرَاءُ وَالْمُعَاوَضَةُ بِشَرْطِ أَنْ لَا يُخَالِفَ حُكْمًا شَرْعِيًّا ثَابِتًا، فَإِذَا خَالَفَهُ فَهُوَ مَرْدُودٌ بِحَسَبِ الْحُكْمِ"[16] (ترجمہ: صلح ان امور میں جائز ہے جن میں حق ساقط کرنا یا معاوضہ دینا جائز ہو، اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی ثابت شدہ شرعی حکم کے خلاف نہ ہو؛ پس جب وہ اس کے خلاف ہو تو شرعی حکم کے مطابق ناقابلِ قبول قرار پائے گی۔)

دوسرا اہم تقابلی پہلو مصالحت کاروں یا کونسل کے اراکین کی اہلیت، دیانت اور قانونی اختیار سے متعلق ہے۔ موجودہ مصالحتی نظام میں بعض اوقات انتظامی عہدیدار، مقامی نمائندے یا غیر تربیت یافتہ افراد معاملات نمٹاتے ہیں، جنہیں مالی معاملات کے فقہی احکام یا شرعی حدود کا مکمل ادراک نہیں ہوتا، جس کے باعث ایسے فیصلے صادر ہو سکتے ہیں جو ظاہراً جھگڑا ختم کر دیں مگر باطناً شرعی تقاضوں پر پورے نہ اتریں۔ اس کے برعکس فقہِ اسلامی میں ثالث یا مصالحت کار کے لیے عدالت، امانت، فہمِ معاملات اور انصاف کی صفت کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے، تاکہ فیصلہ کرتے وقت کسی فریق کے حق میں کوتاہی یا زیادتی واقع نہ ہو۔ امام ابن قدامہ مصالحت یا ثالثی کے فیصلے میں انصاف اور شرعی اہلیت کی اہمیت کو یوں واضح کرتے ہیں:

"وَيُشْتَرَطُ فِيمَنْ يَتَوَلَّى الْفَصْلَ وَالصُّلْحَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ يَكُونَ عَادِلًا عَارِفًا بِمَا يَتَوَلَّاهُ، حَتَّى لَا يَحْكُمَ بِجَهْلٍ أَوْ هَوًى فَيُضِيعَ الْحُقُوقَ"[17] (ترجمہ: جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے اور صلح کرانے کی ذمہ داری سنبھالے، اس کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل ہو اور اس معاملے سے واقف ہو جس کی وہ ذمہ داری لے رہا ہے، تاکہ وہ جہالت یا خواہشِ نفس سے فیصلہ کر کے حقوق کو ضائع نہ کر دے۔)

تیسرا فرق فیصلے کے نفاذ اور پابندی کی نوعیت میں نظر آتا ہے۔ موجودہ مصالحتی کونسلوں کے فیصلوں کی قانونی حیثیت اور نفاذ کا طریقہ کار اکثر مقامی قوانین اور فریقین کے تحریری معاہدے پر منحصر ہوتا ہے، جبکہ فقہِ اسلامی میں شرعی ضوابط کے مطابق طے پانے والی صلح ایک لازم عقد کی حیثیت رکھتی ہے جس کی خلاف ورزی شرعاً ناجائز اور اخلاقی و قانونی اعتبار سے موجبِ مؤاخذہ سمجھی جاتی ہے۔ تاہم، اگر موجودہ مصالحتی نظام میں شرعی مشاورت، ماہرینِ فقہ و قانون کی شمولیت اور فریقین کی مکمل رضامندی کو یقینی بنا لیا جائے تو یہ نظام جدید تقاضوں اور اسلامی اصولوں کے درمیان ایک مؤثر پل ثابت ہو سکتا ہے۔ معاصر فقہی محققین میں سے ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا معاصر قانونی اور مصالحتی نظاموں کا فقہی قواعد سے موازنہ کرتے ہوئے اس ہم آہنگی کی ضرورت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"إِنَّ تَطْوِيرَ أَنْظِمَةِ التَّوْفِيقِ وَالصُّلْحِ الْحَدِيثَةِ وَرَبْطَهَا بِالْقَوَاعِدِ الْفِقْهِيَّةِ الْكُلِّيَّةِ يَجْعَلُهَا أَكْثَرَ رُسُوخًا وَعَدَالَةً، وَيُحَقِّقُ الْمَصْلَحَةَ الْمَشْرُوعَةَ دُونَ إِخْلَالٍ بِأَصْلِ الْحَقِّ"[18] (ترجمہ: جدید مصالحت اور توفیق کے نظاموں کو ترقی دینا اور انہیں کلی فقہی قواعد سے جوڑنا انہیں زیادہ پائیدار اور منصفانہ بنا دیتا ہے، اور اصل حق میں خلل ڈالے بغیر شرعی مصلحت کو پورا کرتا ہے۔)

یوں تقابلی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ موجودہ مصالحتی نظام اپنے عملی مقاصد کے اعتبار سے فقہِ اسلامی کی صلح و تحکیم کی روایت سے قریب تر ہے، مگر اسے مکمل شرعی اعتبار اور پائیداری اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کے طریقۂ کار، اراکین کی اہلیت اور فیصلوں کے مضمون کو شرعی اصولوں کے مطابق ہم آہنگ کیا جائے۔

مصالحتی کونسل کے فیصلوں میں درپیش شرعی مسائل اور ان کا حل

عملی میدان میں جب مصالحتی کونسلیں مالی تنازعات کا تصفیہ کرتی ہیں تو بعض اوقات شرعی احکام سے ناواقفیت یا محض وقتی مصلحت پسندی کے باعث کئی پیچیدہ شرعی مسائل جنم لیتے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں مسئلہ "سودی شرائط اور تاخیری جرمانے" کا نفاذ ہے؛ مثلاً جب کوئی مقروض رقم کی واپسی میں تاخیر کرتا ہے تو کونسل فریقین کو اس بات پر راضی کر لیتی ہے کہ مقررہ تاریخ گزرنے کی صورت میں مقروض اضافی رقم یا جرمانہ ادا کرے گا، جو کہ صریح ربا (سود) کے زمرے میں آتا ہے اور شرعاً حرام ہے۔ دوسرا اہم مسئلہ "جبری یا دباؤ پر مبنی صلح" کا ہے، جہاں بااثر فریق یا کونسل کے اراکین سماجی دباؤ ڈال کر کمزور فریق کو اس کے جائز حق سے کم پر راضی کر لیتے

CC BY

ہیں، حالانکہ شریعت میں دلی رضامندی کے بغیر کسی کا مال یا حق ساقط کرنا باطل ہے۔ تیسرا بڑا مسئلہ "مجہول اور غیر واضح تصفیہ" ہے، یعنی کونسل زبانی کلامی یا مبہم الفاظ میں فیصلہ کر دیتی ہے جس میں ادائیگی کی حتمی تاریخ، رقم کی قطعی مقدار یا متبادل جائیداد کی حدود متعین نہیں ہوتیں، جس کے نتیجے میں چند ماہ بعد وہی تنازع پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ دوبارہ سر اٹھا لیتا ہے۔ مزید برآں، وراثتی اور خاندانی مالی تنازعات میں بعض اوقات خواتین یا کمزور ورثا کو معمولی رقم دے کر ان کے شرعی حصے سے محروم کر دیا جاتا ہے، جو صریح ظلم اور خلافِ شریعت اقدام ہے۔

ان شرعی مسائل کے مؤثر اور پائیدار حل کے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ ہر مصالحتی کونسل میں کم از کم ایک مستند عالمِ دین یا فقہ المعاملات کے ماہر کو مستقل رکن یا شرعی مشیر کے طور پر شامل کیا جائے، تاکہ کوئی بھی تصفیہ طے پانے سے قبل اس کا شرعی جائزہ لیا جا سکے۔ تاخیری ادائیگی کے مسئلے کا شرعی حل یہ ہے کہ سودی جرمانے کے بجائے مقروض کی مالی حیثیت کے مطابق آسان اقساط مقرر کی جائیں، یا اگر وہ واقعی تنگ دست ہو تو اسے مہلت دی جائے، اور جان بوجھ کر ٹال مٹول کرنے والے صاحبِ حیثیت مقروض کے لیے تادیبی یا قانونی ضمانت کا راستہ اختیار کیا جائے نہ کہ قرض خواہ کے حق میں سودی اضافہ۔ جبری صلح کے تدارک کے لیے کونسل پر لازم ہونا چاہیے کہ وہ فریقین سے علیحدگی میں بھی ان کی آزادانہ رضامندی کی تصدیق کرے اور کمزور فریق کے بنیادی شرعی حقوق کا تحفظ یقینی بنائے۔ اسی طرح ابہام اور مستقبل کے جھگڑوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مصالحتی کونسل کا ہر فیصلہ واضح، غیر مبہم اور تحریری صورت میں مرتب کیا جائے، جس پر فریقین اور گواہان کے دستخط ثبت ہوں، تاکہ یہ دستاویز شرعی اور قانونی دونوں اعتبار سے ایک مستند اور ناقابلِ تردید معاہدہ بن سکے۔

حوالہ جات

---

[1] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری، کتاب الخراج، تحقیق: طہ عبد الرؤف سعد و سعد حسن محمد (قاہرہ: المکتبۃ الأزہریۃ للتراث، س۔ن)، ص:117۔

[2] ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الموافقات فی أصول الشریعۃ، تحقیق: ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان (الخبر: دار ابن عفان، 1997ء)، ج:2، ص:20۔

[3] علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986ء)، ج:6، ص:39۔

[4] موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد ابن قدامہ المقدسی، المغنی (قاہرہ: مکتبۃ القاہرۃ، 1968ء)، ج:4، ص:356۔

[5] لجنۃ من علماء الخلافۃ العثمانیۃ، مجلۃ الأحکام العدلیۃ، تحقیق: نجیب ہوا ویني (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، س۔ن)، دفعہ: 1531، ص:299۔

[6] ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی، الأحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، تحقیق: احمد مبارک البغدادی (کویت: مکتبۃ دار ابن قتیبہ، 1989ء)، ص:93۔

[7] ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ الزحیلی، الفقہ الإسلامی وأدلتہ (دمشق: دار الفکر، 1985ء)، ج:6، ص:754۔

[8] محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، ج:5، ص:628۔

[9] ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی، بحوث فی فقہ المعاملات المالیۃ المعاصرۃ (بیروت: دار البشائر الإسلامیۃ، 2001ء)، ص:412۔

[10] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع الکبیر (سنن الترمذی)، أبواب الأحکام، باب ماذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، حدیث نمبر: 1352 (بیروت: دار الغرب الإسلامی، 1998ء)، ج:3، ص:35۔

[11] زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم المصری، البحر الرائق شرح کنز الدقائق (بیروت: دار الکتاب الإسلامی، س۔ن)، ج:7، ص:255۔

[12] مجمع الفقہ الإسلامی الدولی، مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی، قرار رقم: 91(8/9) بشأن مبدأ التحکیم فی الفقہ الإسلامی (جدہ: منظمۃ التعاون الإسلامی، 1996ء)، ج:9، حصہ:3، ص:185۔

[13] موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد ابن قدامہ المقدسی، المغنی (قاہرہ: مکتبۃ القاہرۃ، 1968ء)، ج:4، ص:358۔

[14] شمس الأئمہ ابو بکر محمد بن احمد السرخسی، المبسوط (بیروت: دار المعرفۃ، 1993ء)، ج:20، ص:141۔

[15] شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ، إعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق: محمد عبد السلام ابراہیم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء)، ج:1، ص:86۔

[16] شمس الأئمہ ابو بکر محمد بن احمد السرخسی، المبسوط (بیروت: دار المعرفۃ، 1993ء)، ج:21، ص:48۔

[17] موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد ابن قدامہ المقدسی، المغنی (قاہرہ: مکتبۃ القاہرۃ، 1968ء)، ج:11، ص:482۔

[18] ڈاکٹر مصطفیٰ احمد الزرقا، المدخل الفقہی العام (دمشق: دار القلم، 1998ء)، ج:2، ص:965۔

CC BY